اسلام میں عبادت کا تصور

مولانا اخلاق حسین قاسمی

سورہ ذاریات میں حق تعالیٰ شانہ نے انسانوں اور جنات کی پیدائش کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾ ''اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو''۔ یہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا ترجمہ ہے، دوسرے حضرات عبادت اور پرستش ترجمہ کرتے ہیں۔

مطلب واضح ہے کہ انسان ہوں یا جنات، حضرت حق کی عبادت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ عبادت کا مطلب کیا ہے؟ اور قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ عبادت کیا ہے جس کے لئے ہم پیدا ہوئے ہیں۔

اس بات کی وضاحت اس لئے ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ہم لوگ عبادت کے معاملے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں، ہم اس شخص کو بڑا اللہ والا سمجھتے ہیں، جو مسجد کے حجرے سے قدم باہر نہ نکالے، بس نماز اور مصلے سے واسطہ رکھے، اس کی طرف سے امت محمدیہ کی حالت کچھ بھی ہو جائے وہ آنکھیں کھول کر نہ دیکھے اور بہت سے بہت دلچسپی لے تو اس بات سے کہ مسلمان صوم وصلوٰۃ کی طرف آجائیں۔

صوم صلوٰۃ واقعی عبادت کے بڑے ارکان ہیں، لیکن عبادت صرف صوم صلوٰۃ کے اندر منحصر نہیں ہے، خدا کرے کہ آپ لوگوں کو میری بات سمجھ آجائے اور اپنی بے سمجھی سے مجھے بدنام نہ کریں کہ میں صوم صلوٰۃ کی اہمیت کو کم کر رہا ہوں۔

بات یہ ہے کہ میں تو صوم صلوٰۃ کی اہمیت سے انکار نہیں کر رہا۔ البتہ ہم نے ''عبادت'' کی اہمیت کو گھٹا رکھا ہے اور اسے چند ارکان میں محدود کر رکھا ہے۔

اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ اسلامی عبادت صرف صوم وصلوٰۃ اور حج وزکوٰۃ کا نام ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلمان کو ہمہ وقت نماز اور روزہ ہی میں مشغول رہنا چاہئے، کیونکہ وہ اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

پھر آپ خود ہی بتایئے کہ ایک مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کس وقت کرے گا، حضور نے فرمایا ہے: طلب الحلال فریضۃ علی کل مسلم...... یعنی ہر مسلمان پر حلال روزی تلاش کرنا فرض ہے۔

حلال روزی حاصل کرنے کے لئے کتنے وقت کی ضرورت ہے، کتنی محنت ومشقت کی جاتی ہے حلال روزی حاصل کرنے کے لئے وہ وقت کہاں سے لائے گا؟ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسجد میں بیٹھ جانا انجیل کی عبادت تو ہوسکتا ہے، مگر قرآن کے نزدیک اسے عبادت نہیں کہا جاسکتا، انجیل والوں کے لئے عبادت کے لئے رہبانیت اختیار کرنی پڑتی تھی، بڑے بڑے پادری جنگلوں میں مینار سے بنا کر بیٹھ جاتے تھے اور وہ بڑے اللہ والے کہلاتے تھے۔ ہندوستان کے مذہب میں بھی عبادت کے لئے جوگی بننا پڑتا تھا، مہاتما بدھ نے بھی خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لئے تاج وتخت چھوڑ کر جنگل کی راہ لی تھی، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت میں عبادت کا مطلب اس سے بالکل مختلف ہے۔

دین فطرت کا مطلب:......اسلام کو قرآن کریم نے دین فطرت کہا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اسلام فطرت سے لڑنے نہیں آیا، بلکہ فطرت کو خالق فطرت کی مرضی کے مطابق چلانے آیا ہے۔

اسی سے عبادت کا مفہوم سمجھ میں آسکتا ہے، قرآن کی عبادت یہ ہے کہ انسان اپنے تمام فطری تقاضوں، جسمانی اور روحانی ضرورتوں کو مذہب حق کے احکام کے مطابق پورا کرے۔ انسانی زندگی کی ضرورت ہے کہ وہ بھوک میں روٹی کھائے اور پیاس میں پانی پیے، جنسی خواہش کو پورا کرے، انسان کی فطرت چاہتی ہے کہ اولاد ہو اور اس کا نام چلے، وہ اس ضرورت کے لئے گھر بساتا ہے، اس سے رشتے پیدا ہوتے ہیں، شہری تعلقات پڑوسی، سمدھیانے، یہ سارے رشتے گھر بسانے ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

اسلام کہتا ہے کہ پیٹ بھرنے کے لئے محنت مزدوری اور تجارت کرو اور مذہب کی پابندیوں کا لحاظ رکھو۔ جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لئے شادی کرو، آوارگی اختیار نہ کرو، اولاد ہو تو اس کا گلا نہ گھونٹو، محنت مزدوری کرکے انہیں کھلاؤ، ان کی اچھی تربیت کرو، جب تم اپنے نفس کے حقوق سے لے کر اولاد، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور عام انسانوں کے حقوق مذہب واخلاق کی ہدایت کے مطابق ادا کرو گے تو یہ عبادت ہے۔ مختصر لفظوں میں یوں کہ لیجیے کہ خدا کے حکم کے مطابق پوری زندگی بسر کرنے کا نام عبادت ہے۔ قرآن کریم نے "دین فطرت" کا نام اسلام رکھا ہے، اسلام کے معنی فرمانبرداری اور حکم برداری کے ہیں، اسی کو بندگی اور عبادت کہتے ہیں۔

انجیل اور قرآن کی عبادت میں فرق:......آج کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں ہے جو چودہویں صدی کے اس مہذب اور متمدن انسان کا ساتھ دے سکے، یہی وجہ ہے کہ عیسائی دنیا نے انجیل اور کلیسا کو حکومت کے کاموں سے الگ کردیا، یہ غیر مذہبی حکومت جو تمہارے ملک (ہندوستان) کے اندر بھی قائم ہے، یورپ ہی سے چلی ہے، جب مذہب کے پاس حکومت چلانے کے لئے کوئی واضح ہدایت نامہ موجود ہی نہ ہوگا تو مذہب کو حکمرانی سے الگ کرنا ہی پڑے گا اور حکومت کا کاروبار چلانے کے لئے، حکومت کا دستور خود بنانا ہی پڑے گا، یورپ والوں نے ایسا ہی کیا۔

ہاں اگر کوئی آسمانی کتاب ایسی ہے کہ انسان کو ہر موڑ پر، گھریلو زندگی میں، تجارت میں، صنعت میں، صلح وجنگ میں،

رعایا کی خبر گیری میں اور تمام قوموں اور حکومتوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں بہتر سے بہتر ہدایات دیتی ہے تو وہ قرآن حکیم ہے۔

اب آپ خود ہی بتائیے کہ قرآن حکیم انسان کو دنیا سے بھاگنے کی اور بے تعلق رہنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟

کیا وہ انسان کو دنیا میں رہتے ہوئے خدا تک پہنچانے سے عاجز ہے؟ کیا اس کے پاس زندگی کے ہر میدان میں شیطانی طاقتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے کارگر ہتھیار نہیں ہیں؟ قرآن کے اسلحہ خانوں میں تو ایک سے ایک عمدہ ہتھیار ہے، وہ تمہیں شیطان سے ڈر کر بھاگنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ یہ تو بزدلی ہے جو اسلام میں گناہ ہے۔

صحابہ کرامؓ کا عزم رہبانیت:...... اسلام دنیا کے حقوق ادا کرنے پر کتنا زور دیتا ہے اور اس پر کتنے اخروی اجر کا وعدہ کرتا ہے اور حقوق ادا کرنے سے بھاگنے والے پر خدا تعالیٰ کسی قدر ناراضگی ظاہر فرماتا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کا ایک واقعہ:...... صحابہ کرامؓ کے ایک نوجوان گروپ نے، جن میں حضرت عثمان ابن مظعونؓ، عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت علیؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، مقداد ابن اسودؓ، حضرت سالمؓ شامل تھے، یہ پروگرام بنایا کہ عورتوں سے دور رہیں گے، گھروں میں گوشہ نشیں ہو جائیں گے اور لذیذ اور مزیدار چیزوں کے قریب نہیں جائیں گے اور رات کو قیام کریں گے، دن کو روزہ رکھیں گے، غرضیکہ مکمل ترک دنیا اور رہبانیت کا ارادہ کرلیا، اس واقعہ پر حق تعالیٰ شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿یاایھاالذین امنوا لاتحرموا طیبات مااحل الله لکم ولا تعتدوا ان الله لایحب المعتدین﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! مت حرام ٹھہراؤ ستھری چیزیں، جو اللہ نے تم کو حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو، اللہ نہیں چاہتا زیادتی والوں کو۔

اس آیت کے نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قاصد بھیج کر ان حضرات کو بلایا اور فرمایا:

”ان لأنفسکم حقا وان لأعینکم حقا، فصوموا وافطروا وصلوا وناموا، فلیس منا من ترک سنتنا، فقالوا اللھم سلمنا واتبعنا ما انزلت“

ترجمہ: لوگو! تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے، پس تم روزہ بھی رکھا کرو، افطار بھی کیا کرو، نماز بھی پڑھا کرو، رات کو آرام بھی کیا کرو، وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہماری سنت کو چھوڑ دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا کا حکم سنا اور عرض کیا: خداوندا! ہم نے تیرا حکم سنا اور تیرے حکم کو تسلیم کیا۔

اس حکم نے ہمیشہ کے لئے اس بات کو حرام اور قرار دے دیا کہ انسان حلال کی ہوئی نعمتوں، لذتوں اور سونے بیٹھنے کی آسائشوں سے اپنے آپ کو روک لے اور بالکل نفس کشی پر اتر آئے۔

سورۂ اعراف کی ایک آیت جس سے مائدہ والی آیت اور زیادہ واضح ہو جائے گی۔

﴿قل من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ھی للذین امنوا فی

الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ﴾

ترجمہ: تو کہہ، کس نے منع کیا ہے، رونق اللہ کی، جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی تو کہہ وہ ہے ایمان والوں کے واسطے، دنیا کی زندگی میں نرے ان کی ہی قیامت کے دن۔

آیت کا مطلب تو صاف ہے، لیکن اس آیت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بڑا عجیب استنباط فرمارہے ہیں، سنیئے:

''یہ مادی عالم اپنے تمام ساز وسامان کے ساتھ صرف مومن بندوں کے لئے نعمت ہے، کیونکہ یہی طبقہ ان نعمتوں کو صحیح مقاصد میں استعمال کرتا ہے، منکرین حق کے لئے یہ ساز وسامان، نقمت وعذاب ہے، کیونکہ وہ ان نعمتوں سے غلط کام لیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ ساز وسامان باوجود اپنی آسائشوں کے اس طبقۂ منکرین کی ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔''

رزق وروزی کے لئے قرآن کی اصطلاح:...... قرآن کریم کے نزدیک عبادت کا مفہوم اگر چند ارکان میں محدود ہوتا، تو قرآن کریم رزق اور روزی کو خدا کا ''فضل'' کہہ کر اس کی تلاش کا حکم کیوں دیتا، کیا قرآن نیکی اور بھلائی کے سوا کسی اور چیز کا حکم دے سکتا ہے؟ قرآن تو صرف خیر وفلاح کے کاموں کی ترغیب دینے آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک روزی کمانے کے لئے محنت کرنا بھی عبادت ہے۔

پہلی آیت سورۂ بقرہ کی ہے، جس کا تعلق حج کے معاملات سے ہے، لوگوں کا خیال تھا کہ حج کے سفر میں تجارت کرنا اچھا نہیں، اس سے حج کا ثواب کم ہوجائے گا، قرآن کریم نے اس کی صفائی کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم﴾...... کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضل'' کا ترجمہ روزی کیا ہے۔ ''روزی را از پروردگار خویش۔''

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی زیادہ وضاحت کردی ہے، فرماتے ہیں: ''تم کو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ (حج) میں معاش کی تلاش کرو''۔

سورۂ بقرہ ہی میں ایک جگہ مال کو خیر کہا گیا ہے: ﴿قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین﴾...... تو کہہ جو چیز خرچ کرو فائدے کی سو ماں باپ کو اور نزدیک کے ناتے والوں کو۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ''آنچہ خرچ کردید از مال'' حضرت شاہ رفیع الدینؒ اور حضرت تھانویؒ بھی ''خیر'' کا ترجمہ مال ہی کر رہے ہیں۔

آگے چل کر اسی سورہ میں فرمایا گیا ہے: ﴿وما تنفقوا من خیر یوف الیکم﴾...... اس میں بھی شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''آنچہ خرچ کردید از مال'' لکھ رہے ہیں اور ''خیر'' کا ترجمہ مال ہی کیا ہے۔

سورہ جمعہ کی مشہور آیت ہے: ﴿فاذا قُضِیَت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ﴾...... مطلب

یہ ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر خدا کی زمین پر پھیل جایا کرو اور روزی کی تلاش میں مشغول ہو جایا کرو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں روزی ہی ترجمہ کیا ہے۔

سورۂ عادیات کی آیت ﴿وانہ لحب الخیر لشدید﴾ میں تمام بزرگوں نے بالاتفاق "خیر" کا ترجمہ مال کیا ہے۔ "اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے"۔ (تھانویؒ)

اور آدمی محبت پر مال کی بہت مضبوط ہے۔ (شاہ عبدالقادرؒ)

و ہر آئینہ آدمی اور دوست داشتن مال مبالغہ کنندہ است (شاہ ولی اللہؒ)

قرآن کریم نے مال و دولت کے لئے "خیر" کا لفظ بول کر یہ بتایا ہے کہ مال اصل میں خدا کی نعمت ہے، جس سے انسان اپنی آخرت بنا سکتا ہے۔ البتہ جب وہ اسے بے راہ خرچ کرے گا تو وہ خیر کے بجائے شر ہو جائے گا۔

حقوق ادا کرنے پر اجر کا وعدہ:......اب میں یہ بات بھی بتا تا چلوں کہ مختلف حقوق کے ادا کرنے پر، اسلام نے کس قدر خدا کی خوشنودی اور آخرت کا اجر بیان فرمایا ہے۔

اہل و عیال کا حق، کسب روزی:......ہم اپنے بال بچوں کو کھلانے پلانے کے لئے محنت مزدوری اور نوکری کرتے ہیں، کیا ہماری زندگی کا یہ مشغلہ خدا کے نزدیک نیکی اور عبادت نہیں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من طلب الدنیا حلالہ تعففا عن المسألۃ وسعیا علیٰ عیالہ وتعطفا علی جارہ لقی اللہ ووجہہ کا لقمر لیلۃ البدر"۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں اس روایت کو نقل کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ "جو شخص دنیا کماتا ہے، حلال روزی سے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ گداگری سے بچ جائے اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کرے اور اپنے پڑوسی کی خبر گیری کرے تو وہ مرنے کے بعد خدائے تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا"۔

ہزار عبادتیں اس طلب حلال پر قربان ہوں جن سے انسان کے چہرے کو قیامت میں روشنی نصیب ہو جائے۔

تجارت:......معاش کا ایک ذریعہ تجارت ہے، تجارت کے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث روایت فرماتے ہیں:

"التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین"۔ یعنی "سچا اور امانت دار سوداگر انبیاء علیہم السلام، خدا کے صدیق بندوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوگا"۔

بتائیے، سچائی اور امانت کے ساتھ تجارت کرنا کتنا بڑا ثواب بن گیا، بڑی سے بڑی عبادت سے اس کا مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے جو اجر و ثواب تجارت کا بیان فرمایا گیا ہے وہ اس کے اجر سے کم نہیں ہو سکتا۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص مشہور صحابی ہیں، حضور جب ان کی عیادت کو تشریف لے گئے تو یہ اپنے مشفق آقا کو دیکھ کر رونے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

’’سعد! روتے کیوں ہو؟‘‘

”ولست تنفق نفقة يبتغی بهاوجه الله الااجرت بها حتى اللقمة تجعلها فی فم امرأتك“.

’’تم نے جو خرچ خدا کی خوشنودی کے لئے کیا ہے اس کا تمہیں خدا کے ہاں ثواب ملے گا، یہاں تک کہ تم نے اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ کھانے کا دیا ہے، اس پر بھی خدائے تعالیٰ ثواب مرحمت فرمائیں گے‘‘۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک غلام کو آخرت کی طرف سے تسلی دیتے ہوئے بیوی کے منہ میں لقمہ کی جو بات کہی ہے، وہ ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتی، میاں بیوی کی محبت کو دنیاداری کا کام سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ میاں بیوی کی محبت گھر کے سکون کی ضمانت ہے اور یہ سکون نماز، روزہ اور تہجد کی جان ہے، گھر کی طرف سے انسان کو بے چینی اور پریشانی رہتی ہے، تو نہ نماز میں اس کا دل لگتا ہے، نہ وعظ و درس میں۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ شیطان اپنے جس کارنامے پر سب سے زیادہ خوش ہوتا ہے، وہ میاں بیوی کے درمیان جھگڑا کرانے کا ہے، جھگڑا کرا کر وہ بہت اتراتا ہے، اب اس گھر میں نہ خیر و برکت رہے گی اور نہ خدا اور رسول کا ذکر رہے گا، رات دن کل کل ہی رہے گی۔

ماں باپ کی خدمت کو قرآن کریم نے عبادت الٰہی کے بعد درجہ دیا ہے، ماں باپ کی خدمت اور وہ بھی بڑھاپے میں معمولی بات نہیں ہے، کوئی دل لگی اور مذاق نہیں ہے، جب بیوی بچوں کے حقوق سے بڑھے ماں باپ کا حق ٹکراتا ہے تو اولاد کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، بڑی سخت آزمائش کا ہوتا ہے وہ دور۔ ماں باپ بات بات میں دخل دیتے ہیں، بیوی کو ناگوار ہوتا ہے، بہو کوشش کرتی ہے کہ ساس سسر کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ، پھر ساس بھی بہو کے ساتھ سوکنوں والا برتاؤ شروع کر دیتی ہے، اسے میاں بیوی کا ہنسنا بولنا بھی کھٹکتا ہے۔

چکی کے ان دونوں پاٹوں میں بیٹا بری طرح پستا ہے، یہی حال بیٹی کا بھی ہوتا ہے، داماد کے نخرے مشہور ہیں، بات بات میں تنکتا ہے، روٹھتا ہے، بیٹی کو بڑی مشکل ہوتی ہے، ماں باپ کا خیال کرے یا شوہر کا دل رکھے۔

بتائیے! قرآن کا یہ حکم کہ ماں باپ کو ’’اُف‘‘ تک نہ کہو، حالات ایسے صبر آزما کہ دونوں گھر کو ایک گھر میں رکھنا، لوہے کے چنے چبانے سے زیادہ مشکل، لیکن قرآن کریم کا پوری سختی کے ساتھ یہ حکم کہ ماں باپ کی دل شکنی نہ ہو، جو دل شکنی کرے گا خدا اس سے خوش نہیں ہوسکتا۔

اسی کے ساتھ فرمایا: ﴿أحسنكم أحسنكم لأهله﴾ ......تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا ہو۔ یعنی بیوی بچوں کی حق تلفی ہوئی اور آدمی اچھائی کے معیار سے گرا۔

بس ان دونوں ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے والی اولاد کا درجہ خدا کے نزدیک کتنا بلند ہوگا، کیا ان حقوق کی ادائیگی معمولی درجہ کی عبادت ہوسکتی ہے؟

بہرحال میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ قرآن کریم کی عبادت یہ ہے کہ انسان خدا اور بندوں کا حق برابر ادا کرے۔

خدا کا حق نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ وغیرہ ہے اور بندوں کا حق یہ ہے کہ ماں، باپ، بیوی، بچوں، پڑوسیوں اور عام مسلمانوں کے بارے میں جو ذمہ داریاں اسلام نے عائد کی ہیں، انہیں پورا کرے۔ بندگانِ الٰہی کی خدمت سے بھاگنا اور اپنے آپ کو صرف چند ارکان کے لئے وقف کردینا عبادت کا نامکمل تصور ہے۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے نہ داند جام و سنداں باختن

ہمارے بزرگوں نے عبادت کے مکمل معنی اور اس کی پوری تصویر دنیا کو دکھائی، دور نہ جایئے، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنے دور کے قطب اور ولی ہیں ان کے سیاسی مخالف انہیں گالیاں دینے کے باوجود فتویٰ انہی سے لینے آتے ہیں، وعظ انہی کا سنتے ہیں، دینداری پر انہی کی بھروسہ کرتے ہیں، ان کی زندگی دیکھ لو، رات کو تہجد کے لئے جاگتے ہیں، دن کو بندگانِ الٰہی کی خدمت کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں، مجاہد بھی ہیں اور شب بیدار بھی ہیں، بس اسی نقشہ میں اپنے اسلاف کی زندگیوں کا نمونہ دیکھ سکتے ہو اور یہی ہے قرآن کی عبادت کا پورا نقشہ۔

میں نے حضرت غریب نوازؒ کی سوانح حیات میں پڑھا ہے کہ خواجہؒ صاحب ایک دفعہ ایک دیہاتی کو ساتھ لے کر اجمیر سے دہلی تشریف لائے، شیخ کی تشریف آوری پر حضرت بختیار کاکیؒ نے اپنے مرشد سے عرض کیا، حضور! کیسے رونق افروز ہوئے؟

فرمایا: اس دیہاتی کی زمین کا ایک جھگڑا ہے، اس کی خواہش تھی کہ میں تغلق کے دربار میں اس کی سفارش کردوں، اس لئے دہلی آیا ہوں، حضرت بختیار کاکیؒ نے عرض کیا۔ حضرت! اس معمولی کام کے لئے اتنی زحمت کیوں گوارا فرمائی، مجھے حکم کردیا ہوتا، میں سلطان تغلق تک آپ کی سفارش پہنچا دیتا۔

خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: ”قطب الدین! ایک مظلوم مسلمان کی مدد کرنے کے لئے چند قدم چلنا ہزار سال کی شب بیداری سے بہتر ہے، میں اس ثواب سے محروم کیوں ہوتا“۔

احادیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اعتکاف توڑنے کا ایک واقعہ مذکور ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں اعتکاف فرمارہے تھے، اعتکاف کی حالت میں ایک شخص آیا اور اس نے آواز دی: اے ابن عم رسول اللہ! اے رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی! مجھے میرے قرض خواہ نے پریشان کررکھا ہے، اس سے میری سفارش فرمادیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کی فریاد سن کر سیدھے کھڑے ہوگئے، اس سائل کے ساتھ قرض دار کے پاس گئے اور اس کے لئے سفارش کی کہ اس کو مہلت دے دو، اس نے مہلت دے دی، آپ واپس تشریف لائے، شاگردوں نے پوچھا: حضور! اس معمولی کا کام کے لئے مسجد نبوی کے اعتکاف کو توڑ دیا کیا وجہ ہے؟

فرمایا! (روضۂ اطہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) مجھے اس قبر شریف میں آرام فرمانے والے رسولؐ نے بتایا ہے کہ ایک مصیبت زدہ مسلمان کی مدد کے لئے چند قدم چلنا، میری اس مسجد میں اعتکاف کرنے سے بہتر ہے۔ یہ ہے اسلام میں عبادت کا تصور...... ☆